فَسْئَلُوٓا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

"تو پوچھ لیا کرو ان سے جو جانتے ہیں، اگر تم نہیں جانتے" (ترجمہ شیخ الہندؒ)

فتاوی یَسْئَلُوْنَکَ

دَارُ الْاِفْتَاءِ وَالْاِرْشَاد

الباقیاتُ الصّالحاتُ فاؤنڈیشن رجسٹرڈ

شمارہ 19 | جمعۃ المبارک 8 ذیقعدہ 1440ھ 12 جولائی 2019ء

خصوصی اشاعت

فضائل ومسائلِ حج

سوال: آج کل جو لوگ حج یا عمرے پر جاتے ہیں تو سب سے مل کر جاتے ہیں، گلے شکوے دور کرتے ہیں، یہ ایک رسم سی بن گئی ہے اور بعض لوگ جو جاتے ہیں تو وہ نہ کسی سے ملتے ہیں نہ گلے شکوے دور کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: حج و عمرہ بہت ہی عظیم عبادات ہیں اور قطع رحمی وغیرہ ایسے گناہ ہیں جن سے انسان کی مغفرت نہیں ہوتی اس لیے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ حج و عمرہ کی عبادت کامل طور پر ادا ہو سکے اور کوئی ایسا سبب باقی نہ رہے جس سے توبہ میں رکاوٹ پیدا ہو۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ جن رشتے داروں سے تعلقات خراب ہوں ان سے معافی تلافی کے بعد ہی سفر حج و عمرہ کے لیے جائے۔ البتہ رشتے داروں سے معافی تلافی کا معاملہ حج و عمرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ عام حالات میں بھی رشتے داروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات بنائے رکھنا لازم ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صِلْ مَنْ قَطَعَكَ (مسند احمد، مسند الشامیین، حدیث عقبة بن عامر الجهنی عن النبی صلی الله علیه وسلم) ترجمہ: ”رشتہ توڑنے والے سے رشتہ جوڑو“۔

سفر چونکہ کبھی موت کا سبب بھی بن جاتا ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ سفر سے قبل اپنے ذمے میں جتنے بھی حقوق ہیں، خواہ ان کا تعلق مال سے ہو، شریعت سے ہو، مکمل ادا کر دے۔ کیا معلوم کہ اس سفر میں موت واقع ہو جائے اور لوگوں کے حقوق ہمارے ذمے باقی رہ جائیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: إِذَا قَضَى اللهُ لِعَبْدٍ أَنْ يَمُوتَ بِأَرْضٍ جَعَلَ لَهُ إِلَيْهَا حَاجَةً (سنن الترمذی، ابواب القدر، باب ما جاء أن النفس تموت حیث ما کتب لها) ترجمہ: ”اگر اللہ تعالیٰ کسی انسان کی موت سے متعلق کسی خاص جگہ کا فیصلہ فرما دیں تو اس جگہ اسے کوئی نہ کوئی ضرورت پیش آجاتی ہے (چنانچہ وہ وہاں کا سفر کرتا ہے اور پھر اسے وہیں موت آجاتی ہے)“۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ مسجد وغیرہ میں امام کی اقتداء میں اور دورانِ وقوف عرفات حاجی جمع بین الصلاتین کرے گا یا نہیں۔ نیز یہ نمازیں قصر پڑھی جائیں گی یا مکمل؟

جواب: عرفہ کے دن میدان عرفات میں ظہر اور عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کرنا مستحب ہے بشرطیکہ امام المسلمین یا اس کے نائب کی اقتداء میں نماز پڑھ رہا ہو اور امام مقتدی دونوں مسافر ہوں تو جمع بین الصلاتین جائز اور مستحب ہے اور قصر پڑھنا واجب ہے۔ لیکن امام و مقتدی مقیم ہیں تو ان پر چار رکعت ظہر اور چار رکعت عصر پڑھنا لازم ہے اگر امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم ہے تو امام کی نماز کے بعد مقتدی اپنی نماز بغیر قراءت کے پوری کرے گا۔ لیکن اگر امام نے مقیم ہونے کے باوجود قصر کیا تو کسی کی بھی نماز نہیں ہوگی اور آج کل اسی طرح ہوتا ہے اس لیے احتیاط اس میں ہے کہ اپنے اپنے خیموں میں ظہر کے وقت میں ظہر اور عصر کے وقت میں عصر پڑھی جائے اور اگر حاجی مسافر ہو تو قصر کرے مقیم ہو تو اتمام کرے اور مسافر اور مقیم ہونے کا معیار یہ ہے کہ اگر حاجی پندرہ روز مکہ مکرمہ میں مقیم رہنے کے بعد 8 ذی الحجہ کو منیٰ گیا تو وہ مقیم ہے اور 15 روز سے کم مکہ مکرمہ میں قیام کے بعد منیٰ کے لیے روانہ ہوا تو مسافر ہے۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں: ”اگر مسجد وغیرہ میں ظہر وعصر کی امامت کوئی مقیم امام کرے اور نماز قصر کرے تو جمہور کے نزدیک یہ نماز نہیں ہوتی اس لیے اس کا اعادہ واجب ہے۔ آج کل عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ مقیم امام جماعت کے ساتھ قصر کر کے دو رکعت پڑھاتا ہے اس لیے اپنی جگہ پر خیموں میں ظہر کو ظہر کے وقت

میں اور عصر کو عصر کے وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کریں کیونکہ دونوں نمازوں کو ظہر کے وقت میں جمع کرنے کی شرط یہ ہے کہ امام المسلمین یا اس کے نائب کی اقتداء میں ہو اور امام المسلمین یا اس کا نائب چونکہ مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہے اس لیے حنفی مقیم یا مسافر کی نماز اس کے پیچھے درست نہیں ہے ۔"(جواہر الفقہ، جلد 4،ص 134،کتاب الحج،طبع دار العلوم کراچی)۔

(قوله وشرط لصحة هذا الجمع إلخ) اختلف في هذا الجمع هل هو سنة أو مستحب وما قيل إن تقديم العصر عند الإمام واجب لصيانة الجماعة ينبغي حمله على معنى ثبت شرح اللباب (رد المحتار، كتاب الحج (فصل) في الإحرام)

فان كان الامام مقيما أتم الصلاة وأتم معه المسافرون وان كان مسافراً قصر وأتم المقيمون بلا قراءة فاذا سلم قال لهم اتموا صلاتكم يا اهل مكة فانا قوم سفر (غنية الناسك على بغية المناسك، ص 150، فصل في الجمع بين الصلاتين، طبع ادارة القرآن)

ذكر في كتاب المناسك أن الحاج إذا دخل مكة في أيام العشر ونوى الإقامة نصف شهر لا تصح لأنه لا بد له من الخروج إلى عرفات فلا يتحقق الشرط (الفتاوى الهندية، ص 140، الناشر دار الفكر، سنة النشر 1411هـ-1991م)

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ائمہ حرمین کی امامت میں عصر کی نماز حنفی مقتدی کے لیے مثل اول میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب :مسلک احناف میں قول مختار یہی ہے کہ وقت عصر مثلین سے شروع ہوتا ہے پس عام حالات میں مفتیٰ بہ قول پر عمل کرنا چاہیے احتیاط اسی میں ہے البتہ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ وقت عصر مثل اول کے بعد شروع ہوجاتا ہے ۔لہذا اعذار کے پیش نظر مثل اول پر عصر کی نماز پڑھنے کی گنجائش ہے،خصوصاً حرمین شریفین میں تو جماعت کے ساتھ ہی نماز پڑھنا چاہیے مسجد اور جماعت کی فضیلت ترک نہیں کرنا چاہیے یہی افضل ہے ۔مزید یہ کہ ہمارے نزدیک حکمِ حاکم رافع خلاف ہے یعنی حاکم کی جانب سے ایک شے طے ہوجائے تو اجتہادی اختلاف میں سے ایک جانب عمل کرنے والوں کے لیے مقرر ہوجاتی ہے اور حرمین شریفین کا نظم جمعہ و جماعت سرکاری سطح پر ہوتا ہے لہذا حنفی مقتدی کے لیے اپنے مذہب کے اقوال کے موافق یہ جائز ہوگا کہ وہ حاکم کی جانب سے مقرر کردہ امام کی اقتداء میں نماز عصر مثل اول میں ادا کرے ۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے: "اگر مثلین پر جماعت عصر ہوئی تو بالاتفاق اس کا اعادہ نہیں اذان سے کچھ پہلے ہوئی ہو تو اس کی وجہ سے جماعت کا اعادہ لازم نہیں ہوتا، مثلین سے کچھ پہلے مثل واحد کے بعد جو جماعت ہوجائے اس کا بھی ایک قول پر اعادہ نہیں علمائے احناف حرمین شریفین میں پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ نہیں کرتے جو کہ بالیقین مثلین سے پہلے ہوتی ہے "۔(فتاویٰ محمودیہ ج 5 /ص 341 ط:ادارۃ الفاروق)

فتاویٰ حقانیہ: "عصر کی نماز مثلین کے بعد پڑھنا افضل ہے اگرچہ اس میں جماعت فوت ہوجانے کا خدشہ ہو مگر یہ حکم دیگر مقامات کے لیے ہے حرمین شریفین کی حرمت اور فضیلت کی وجہ سے جماعت میں شریک ہوجانا چاہیے اور مثلین تک کی تاخیر کرنا ضروری نہیں بلکہ حرمین شریفین میں باجماعت پڑھنا افضل ہے"۔(فتاویٰ حقانیہ: ج3 /ص42 باب المواقیت)

(الف) فتحصَّل أنَّه صلَّى الظُّهر تارةً في المِثْل وهو وَقْتُها المُختص وتارةً في المِثْل الثاني وهو الوقتُ الصَّالح لها، وكذلك صلَّى العصرَ تارةً بعد المِثل الأوَّل، وهو وقتٌ صالحٌ لها أيضًا، وصلاها تارةً بعد المِثل الثاني

قبل نهايةِ المِثل الثالث، وهو الوقتُ المُختَص بها مع إبقاء الفَاصِلة بين الصَّلاتين في اليومين، وهذا عينُ مذهبنَا ولله الحمد أَوَّلا وآخرًا(فيض الباري، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة وفضلها)

(ب) قالوا الاحتياط أن يصلي الظهر قبل صيرورة الظل مثله ويصلي العصر حين يصير مثليه ليكون الصلاتان في وقتيهما بيقين(الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الأول في المواقيت)

ماالحكم اذا اخر السلطان باتباع رأى اجتهادى معين: ما قلنا فى الفقراء السابقة هذا اذا لم يكن قد صدر امر من السلطان ولى الامر بوجوب الحكم برأى احد المجتهدين لانه فى هذه الحالة لايجوز للحاكم ان يحكم برأى اخر وهذا ماجاء فى المادة من مجلة الاحكام العدلية وكذلك لو صدر الامر السلطانى بالعمل برأى مجتهدين فى مسألة لان رأيه بالناس اوفق ولمصلحة العصر اوفق فليس للحاكم ان يعمل برأى مجتهد آخر يخالف رأى ذلك المجتهد واذا عمل لا ينفذ حكمه وعلى هذا او بناء على هذه المادة اذا حكم الحاكم بما يخالف ما امر من السلطان ثم رفع حكمه الى حاكم اخروجب عليه ان ينقذه (الوجيز فى شرح القواعد الفقهية فى الشريعة الاسلامية، ص 34 مؤسسة الرسالة)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا مسجد عائشہ میقات ہے؟ جیسا کہ عوام میں مشہور ہے کہ مسجد عائشہ سے احرام باندھ کر چھوٹا عمرہ کیا جاتا ہے، کیا یہ تصور صحیح ہے؟ نیز ایک سفر میں مسجد عائشہ سے احرام باندھ کر کثیر عمرے کرنا زیادہ افضل ہے یا اصل میقات ہی سے عمرہ کیا جائے چاہے وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں؟ اگر مسجد عائشہ اصل میقات نہیں ہے تو وہ استثنائی صورتیں بیان فرمادیں جن میں مسجد عائشہ سے احرام باندھ کر عمرہ کیا جاسکتا ہے؟

جواب: جو شخص مواقیت خمسہ سے باہر رہتا ہے وہ آفاقی کہلاتا ہے اس کے لئے حرم میں داخل ہونے کے لئے مواقیت خمسہ میں سے کسی میقات پر احرام باندھنا ضروری ہے، آفاقی کے لئے بغیر احرام کے میقات سے تجاوز کرنا جائز نہیں چاہے وہ حج کا ارادہ رکھتا ہو یا عمرہ کا۔البتہ وہ شخص جو ایک بار حدود حرم میں داخل ہوجائے عمرہ کے لیے تو وہ اہل مکہ میں شمار ہوگا اور اہل مکہ کے لیے عمرہ کا میقات چونکہ تنعیم یعنی مسجد عائشہ ہے اس لئے حدود حرم میں داخل ہونے کے بعد دوبارہ عمرہ کا ارادہ کرنے والے کا میقات بھی مسجد عائشہ ہی ہوگا اس کے لئے اصل مواقیت خمسہ تک آنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مکی کے لیے عمرہ کا میقات مسجد عائشہ ہے۔واضح رہے کہ مواقیت سے باہر رہنے والوں کے لیے صرف ایک بار حدود حرم میں داخل ہونے کے لئے میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے،حدود حرم میں داخل ہونے کے بعد ان کا حکم آفاقی کا نہیں بلکہ وہ اہل مکہ میں شمار ہوتے ہیں لہذا حدود حرم میں داخل ہونے کے بعد جو شخص عمرہ کا ارادہ کرے چاہے مقیم ہو یا مسافر ہر حال میں اس کا میقات تنعیم (مسجد عائشہ) ہے۔

(الف) (و) الميقات (لمن بمكة) يعني من بداخل الحرم (للحج الحرم وللعمرة الحل) ليتحقق نوع سفر والتنعيم أفضل(الدر المختار، كتاب الحج)

(ب) (قوله يعني إلخ) أشار إلى ما في البحر من قوله والمراد بالمكي من كان داخل الحرم سواء كان بمكة أولا، وسواء كان من أهلها أو لافيشمل الآفاقي المفرد بالعمرة والمتمتع والحلال من أهل الحل إذا دخل الحرم لحاجة كما في اللباب (رد المحتار، كتاب الحج، مطلب في المواقيت)

(ج) (والتنعيم أفضله) هو موضع قريب من مكة عند مسجد عائشة (كتاب الحج، مطلب في المواقيت، فصل في الاحرام)

واما ميقات اهل الحرم والمراد به كل من كان داخل الحرم سواء كان اهله او لا، مقيما به او مسافرا فالحرم للحج والحل للعمرة والافضل احرامها من التنعيم من معتمر عائشة رضى الله عنها(غنية الناسك في بغية المناسك، ص57، 58 باب المواقيت، ط: ادارة القرآن)